بحر شیخ امداد علی خلف شیخ امام بخش لکھنوی از تلامذہ ناسخ است درایں دو
درگذشت ؎

کہا کسی نے نہ اتنا ہمارے دفن کیوقت	کہ اپنے خاک نہ ڈالو یہہ ہین نہائے ہوئے
جو بات کل تہی ملاقات مین وہ آج نہین	بُرا نہ مانیئے دو دن کا پیار دیکھ چکے

برق فتح الدولہ بخشی الملک مرزا محمد رضا خان فرزند مرزا کاظم علی از ناسخ فیض پذیر بود با واجد علی شاہ بادشاہ سابق اودہ بہ کلکتہ شد و از انجا بسنہ ۱۸۵ع رہگرائے نیستی گاہ گشت ؎

قیس کا نام نہ لو ذکر جنون جانے دو	دیکھ لینا ہمیں تم موسم گل آنے دو
ہم تو اپنون سے بہی بیگانہ ہوئے الفت مین	تم جو غیرون سے ملے تمکو نہ غیرت آئی

برکت برکت علی خان خیرآبادی مختار فرمان فرمائے پٹیالہ نیک بری گذارد ؎

غم اوٹھانا یہہ مرے دلکا ٹھکانے لگجائے	ایک دم کے بہی لیئے پاس جو بہلائے کوئی
مجھکو ڈرکا سا جو پایا تو یون کہا	پالے خدا نہ ڈالے کسی بدگمان کے
تصور مین ترے گر کوئی چھیڑے ہے تو کہتا ہون	ذرا دم لو کوئی آیا ہوا جاتا ہے پہلو سے

بسمل عبدالحکیم برادرزادہ مولوی صہبائی پارسی آشنا بود و از فن طب و حکمت بہرہ مند ؎

اگر نہ تیغ نگہ سے اسے بچاتا مین	تو ہر بدف کے لیئے آج دل کہان ہوتا
حضرت بسمل کی حالت دیکھکر بولا یہہ قیس	پیر و مرشد خیر تو ہے آپ کو یہہ کیا ہوا

بقا بقاء اللہ اکبرآبادی پور حافظ لطف اللہ خوشنویس میر و مرزا را دریافتہ مرد ظرافت پیشہ درست اندیشہ بود بپارسی از مرزا مکین مستفیض و در ریختہ از شاہ حاتم و میر درد مستفید ؎

سر مری مل کے مرے پاس سے جانا کیا تھا	راہ بس نلپٹے آگئے تہے یہہ آنا کیا تھا

دیکھہ آئینہ جو کہتا ہے کہ اللہ رے مین
اوسکا مین چاہنے والا ہون تقاضا وہ رہے

بلند صفدر علی بیگ خط نستعلیق و شکستہ نیکو می نگاشت از مرزا صابر بہرہ اندوز بود ؎

ایک بوسہ پہ یہ لڑائی حیف
دس نہین سو نہین ہزار نہین

بیان خواجہ احسن اللہ از خاک پاک دہلی است مولانا فخر الدین را مرید عقیدت شعار و مرزا مظہر رح را تلمیذ رشادت پیوند بود رحمۃ اللہ علیہما در حیدرآباد فرو شد حرف خوش میزد ؎

مت آئیو اے وعدہ فراموش تو اب بھی
جسطرح کٹا روز گزر جائیگی شب بھی

بیان کون ہے اب تلک پوچھتے ہو
تغافل کے قربان تجاہل کے صدقے

بیتاب عباس علی خان برادر زادہ نواب محمد سعید خان بہادر مرحوم فرمان فرماے رامپور شیوہ سخن از حکیم مومن خان آموختہ سخن دلکش میگزارد ؎

پیدا ہوا رقیب کا غم دلمین اندنون
بیتاب غم بھی کھانے مین اب کچھ مزہ نہین

سحر نہ دیکھنی ہمکو نصیب ہو یارب
شب وصال بھی اپنی یہی دعا ہوگی

بیدار میر محمدی دہلوی با مرتضے قلی خان نسبت تلمذ درست داشتہ و با مولانا فخر الدین رح پیوند ارادت محکم در اکبرآباد عنصری پیوند گسیخت ؎

کرون ہون شاد دل اپنا ترے تصور سے
اگر یہ شغل نہوتا تو کیا کیا کرتا

فتراک سے باندھ خواہ مت باندھ
اب تیرے شکار ہو گئے ہم

آج لگتی ہے کچھ بغل خالی
کون سینہ سے لے گیا دل کو

خواب مین ایک بھی شب یار نہ آیا بیدار
اس تمنا مین کئی دن ہوئے سوتے سوتے

بیمار شیخ علی بخش از خاک پاک قصبہ آنولہ متعلقہ کمشنری بریلی از اوائل عمر سوداے سخنگوئی در سر میداشت در شباب شوق بہ لکھنؤ گذر کرد و در تلامذہ

مصحفی انتظام یافت بہ کمال شہرت سخن او نواب محمد سعید خان سروری آرای ریاست رامپور بواسطہ حکیم سعادت علی خان بہادر جنرل فوج طلب داشتند باصرار رئیس محتشم الیہ شاگردی آخون زادہ احمد خان غفلت تخلص رامپوری اختیار نمود صاحب زبان مغزدار است و استاد قیامت کار چندین دیوان غزلیات و قصاید فراہم آورد و پریشان ساخت ہ

کون پرسان ہے حال بسمل کا — خلق منھہ دیکھتے ہی قاتل کا
سانس آہستہ لیجیو بیمار — ٹوٹ جائے نہ آبلہ دل کا
ہر روز وہ پھر جاتے ہین در تک مرے آکر — کچھہ جذب محبت کو لگی ہے نظر ایسی
بیمار کو غفلت ہے بہت خیر نہین آج — ہر چند کہ تھی حالت غش کل بھی پر ایسی
کیا سفر کا ارادہ جو بزم جانان سے — کوئی گلے نہ ملا موت کے سوا مجھہ سے
نہ رہنے دیگی وحشت بتکدہ مین — اوٹھو بیمار جو مرضی خدا کی

تاء فوقانی

تابان میر عبدالحی جہان آبادی نژاد از دودہ حضرت علی موسی رضا رضی اللہ عنہ بدیع الجمال لطیف الاعتدال بود در عنفوان شباب درگذشت ہ

تو دیکھہ مجھکو نزع مین مت آ کہ میرے بعد — مجھہ سے بہت ہین ایک نہوگا تو کیا ہوا
کس طرح کی لمین گزرتی ہین حسرتین — ہے وصل سے زیادہ مزا انتظار کا
کس سے فریاد کرین کہ وہ ہرجائی ہے — آہ اس بات مین میری ہی تو رسوائی ہے

تپش مرزا جان نامش اسمعیل دہلوی مولد فرزند مرزا یوسف بیگ از اولاد سید جلال بخاری رحمۃ اللہ علیہ در لکھنؤ برفاقت مرزا جہاندار شاہ بسر بردہ پس

در بنگالہ بجرگۂ نواب شمس الدولہ در آمد سنسکرت نیکو میدانست درین فن از تلامذۂ میر درد بود رحمۃ اللہ علیہ بیشتر مقطعات میگفت

ہمین تو اشک کے قطرہ کا بھی ہی تھامنا مشکل	بھلے وہ لوگ ہین جنکے تئین دل تھام آتا ہے

تجلی میر محمد حسن دہلوی المعروف بہ حاجی پور میر محمد حسین کلیم خواہرزادہ میر تقی میر ظرافت منش جوانے بود

آنکھیں خدا نے دیکھنے کو دی ہین پر یہ جان	دیکھا تری طرف جو کسی نے تو کیا ہوا
وہ اب تو ہین بھول گئے ہین یہ تجلی	جب ہم نہین ہونے کے بہت یاد کرینگے

تسلیم منشی محمد انور حسین سہسوانی تلمیذ شیخ علی بخش بیمار در ہر دو زبان پارسی و ریختہ نغز گوست و در صنایع و بدایع او را نامہاست و در تاریخگوئی ید طولے دارد ۲ دو دیوان دارد یکے در پارسی دیگرے در ریختہ مثنوی و قصائد مزید علیہ اکنون سترگ نامہ در تحقیق الفاظ ترتیب دادہ است

کاش سر میرا ہلکا بدن ہو جائیگا	کام میرا نام تیرا تیغ زن ہو جائے گا
حال یہہ اون کی انجمن مین ہے	ہر سخن معترض سخن مین ہے
دینج نئی تازہ او پیچ وہ میری فریاد کی	باغبان لوٹ ہے حالت تیری صیاد کی

تسلیم شیخ امیر اللہ فرزند مولوی عبد الصمد فیض آبادی سخن طرازی از نسیم دہلوی آموختہ دیوانے دارد مثنوی نالۂ تسلیم و مثنوی دل و جان او در آست گویند امروز در رامپور از متوسلان ریاست است

نہین معلوم بگڑے آج کس سے	مزا ہے دشمنی مین دوستی کا
ہائے کب تک نہین گھبراؤنگا اے دست جنون	اب تو دامن ہی نہین ہے کہ بہل جاؤنگا
اتنے صدمے دئیے کہ آخر کو	ہاتھ اوٹھانا پڑا دعا کے لئے

تسکین میر حسین دہلوی از اولاد سید حیدر بود کہ فرخ سیر را از ہم

گذرانید در سنہ ۱۲۴۲ وفات یافت ؎

چپ لگی مجھکو تو پھر جا بہی پہر وہان ہوگا
رازنا پنا نہ خموشی سے بہی پنہان ہوگا

ہر صبح وہ ڈہونڈہے ہی کوئی تازہ خریدار
صورت مری ہر روز بدل جائے تو اچھا

تمکو بہی تو غیر ونسے وہ اخلاص نہیں ہے
جو ربط کہ اس دست و گریبان مین دیکھا

خوبصورت نہو کوئی تو نہو بدنامی
سچ تو یہہ ہے کہ برا ہوتا ہی اچھا ہونا

کہتے ہین رنجش ظاہر مین مزہ آتا ہے
یون ہی تم مجھہ سے خفا ہوکے ذرا الجھا

تمہین بہی کہولنی زلفین پڑینگی
دل گم گشتہ گر اپنا نہ پایا

یہہ تو سچ ہی کہ جو تم جا ہوگے گذر وگے
پر یہہ ممکن نہیں ہمپر کبہی بیداد نہو

وہم آتا ہی مٹا کر خط پیشانی ہاتے
اسمین لکہا نہو اوس در کی جبین سائی کو

اب یہہ حالت ہے کہ اونسا بیدرد
میرے بچنے کی دعا مانگے ہے

تصویر بچن نام دہلوی سواد روشن نکردہ بود اما طبع خوشی داشت عجیب زادہ بود اما از آشوب زمانہ بپیشہ نیچہ بندان گرفتہ ؎

کہنے ہین آیا تو سبکو آپ کہکر اپنے ظلم
بیمزہ رکہنے کو میرے وہ پشیمان ہی رہا

رہا ہوئے بہی ہم تو رہی قفس ہی کے گرد
کہان وہ جائین کہ جو بال و پر نہیں رکہتے

کچہہ مزا شور تبسم نے تمہارے ہے دیا
یون تو زخمون پہ بہت ہم نے نمکدان اولٹے

یہ بہی کوئی ہنسی ہے کہ رخصت کا لیکے نام
سو بار بیٹھے بیٹھے مجھے تم رولا چکے

آج کی شب نہ خفا ہو ترے قربان ہمسے
کل تو لیوے ہی گی بدلا شب ہجران ہمسے

تعشق سید محمد دہلوی از تلامذہ میر عزت اللہ عشق یا میر قدرت اللہ خان قاسم پدر میر عزت اللہ عشق واللہ اعلم و نیز وے قرابتے با ایشان داشت تعلیم دانش جویان مدرسہ انگریزی شاہجہان نام ز دبود ؎

سامنے دیکھیو آتا ہے تعشق وہ کون
بارے کہہ اب تو ہوا خوش دل محزون تیرا

وعدہ شام تو کیسا ہے ولے ۔۔۔ کچھ وہ آتا نظر نہین آتا

تمنا یکے از اقامت پذیرندگان کلکتہ ست ؎

جو اسطرف سے گذر ہوا ہے تو قبر عاشق بہی آکے دیکھو
نگاہ حسرت سے گر نہ دیکھو بلا سے تیوری چڑہا کے دیکھو
کھلے ہین سب زخم خون چکیدہ برنگ گلہاے نو رسیدہ
تمام اعضا ہین گو بُریدہ مگر نہ عادت گئی ہنسی کی

تمنا اسحاق خان دہلوی خیلے عاشق مزاج بود اوقات خود وقف صحبت نازنینان داشت یکے طبعش از اعتدال برگردید طبیبان منعش از وقاع کردند درآن حال شعرے گفت وہو ہذا ؎

اپنی تو یہ صورت ہی کہ جون بلبل تصویر ۔۔۔ پرواز کی طاقت نہین اور یاس چمن ہے

تنہا محمد عیسی از دہلی ست از مصحفی تہذیب گفتار پرداخت ؎

ہین جور و تنہا تو منا کر مجہے وہ یون نہ ستاتے ۔۔۔ کہئے کیا کرتے جو تمکو نہ مناتا کوئی

توقیر عبد القادر پنجابی در دہلی اقامت گزیدہ بود ؎

زخمی تری نگاہ کے آخر کو مر گئے ۔۔۔ کہہ کہہ کے ہاے ہاے جگر ہاے ہاے دل
ہم تو خاطر سے تری غیرونکو بھی تعظیم دین ۔۔۔ رشک پر کہتا ہے بیٹھو اپنی یہ عادت نہین
بتونکو چاہنا اور حضرت توقیر یہ صورت ۔۔۔ بظاہر تو نظر آتے ہو تم مرد مسلمان سے

ثاء مثلثہ

ثاقب نواب شہاب الدین خان خلف الرشید نواب ضیاء الدین خان کاسہ لیس مرزا غالب است ہنگام شورش ہند جابہ گذاشت خیلے نغز گفتار بود ؎

اوس عصر مین کہتے تھے آپ بہار سے طوفان
گھر بیابان مین بنایا نہین ہے لیکن

جو کام مین غیر کے ہوئین صرف
تمنا نہین ہمکو پروانگی کی

نہ لیٹین نہ ہون قتل انصاف یہ ہے
دلکا سودا ہے خفا ہونیکی کچھ بات نہین

دانے پانی کی خبر لینے کی توفیق نہین
رنجش سے گر کہا ہو تو ایمان نہو نصیب

رکھتے ہین لوگ خلوتِ دشمن کا اتہام

بیچین کا ہے یہ نام مرے دیدۂ تر کا
جسکو گھر سمجھے ہوئے تھے وہ بیابان نکلا

افسوس وہ دلربا ادائین
وہ اب غیر کی شمع محفل ہوئے ہین

کہ ہم خود بد آموز قاتل ہوئے ہین
گفتگو رہتی ہے بایع کو خریدار کے ساتھ

کھیلنا جانتے ہین مرغ گرفتار کے ساتھ
کافر بتونکو کہتے ہین عشاق پیار سے

بے پردگی مین پردہ ہی پردہ اوٹھائیے

جیتہ تازی

جرأت شیخ قلندر بخش خلف حافظ امان دہلوی سخن از جعفر علی حسرت آموخت آما از و بمراتب درگذشت و باوستادی نام برآورد در ستار نوازی مہارت شایستہ و در ستارہ شناسی دستگاہ بایستہ داشت جرأت وانشا و مصحفی در یک زمانہ بودہ اند و با یکدیگر مطارحہ کردند در عمر نوزدہ سالگی بصارتش زوال گرفتہ در ۱۲۲۵ قالب تہی کرد ہنجارش عاشقانہ است و از جملہ معاصران در شیوہ خویش ممتاز ؎

جنہونکا نامہ پہنچتا ہے اوس ستمگر تک
دورسے کل ہنسے اوسکے آستانکو دیکھکر

غم سے گھٹتا یہ مرا سب مین بڑہا تا ہی اوسے
او نہین کا کاش کے جرأت بہی نامہ بر ہوتا

رو دیا کن حسرتو نسے آسمان کو دیکھکر
جو تجھے دیکھے ہی سو دیکھنے جاتا ہی اوسے

وہ نہ آئے تو یہہ ہو جائے غلط
کہ بن آئی نہین مرتا کوئی ؎

قاتل نہ مجھ سے موڑیو منہ وقت قتل تو
ٹک شرم کیجیو مرے گردن جھکانے کی

یہہ تو کیونکر مین کہون کچھ نہین بھاتا مجھکو
کچھ تو بھایا ہے کہ جو کچھ نہین بھاتا ہی مجھے

سنیو شوخی کہ یہہ کہتا ہی وہ قاصد سے مرے
نامہ لے پر ابھی وہان جا نہین تاخیر لگا

حیران ہو نہین وہ کون ہے جو عین وصل مین
کہتے ہو تم کہ چل ہے اوسیکو تو پیار کر

میری بیتابی سے محفلین یہہ کھٹکا ہی اوسے
اوٹھہ کے ہونے نہ لگے یہہ مگر قربان کہین

بزرنگ مہر ہی گردش ہی ہمکو سارے دن
جو تم پھر آؤ تو پچھارے پھرین ہمارے دن

کچھ لگاوٹ کا سبب اور نہین ہی جرأت
یہہ وہ جا ہے ہے کہ اسکو بھی لگائے رکھے

روداد اوس سے کہئے تو منہ پھیر مسکرا
کیا چپکے سے کہے ہے وہ شامت نصیب کی

دم آخر نہ پوچھو وضع اوس بدظن کے آنے کی
کہ آکر نعش پر کہنے لگا خونی بہانے کی

یاد اوس سے بدلے ہم نے بہشت کئی بوسے
ہارے بھی تو کیا ہار مزیدار نکالی

جلال حکیم سید ضامن علی فرزند حکیم اصغر علی لکھنوی ارشد تلامذہ - فتح الدولہ برق قصیدہ در مدح پدر عالی گہرم فرستادہ بنظر نامہ گردآورندہ رسید خیلے خوش گفتہ است ؎

آج کچھ لپٹے ہی جاتے ہین وہ آئینہ سے
نشہ بیخود کرے دیتا ہے خودآرائی کا

آج تو وہ بھی نہایت ہمکو مضطر دیکھکر
کچھ پکارے جانب چرخ ستمگر دیکھکر

فریب جنکا تماشا نگاہ یار کو دے
وہ داغ ڈھونڈتے ہین جسم داغدار مین ہم

غم نصیبون مین محبت کی خوشی کا کیا کام
کہین ہنسنے تو نہ آیا ہو تبسم مجھکو

حشر مین چھپ نہ سکا حسرت دیدار کا راز
آنکھ کمبخت سے پہچان گئے تم مجھکو

دعا ہمین تمہین دیتے سب اہل حشر پھرے
تمام ایک ہی جھگڑے مین روز محشر تھا

ہماری جان غش ہو شوخیونپر کیون نہ او دلکی
کہ جیسے پیار آجاتا ہے تمسے خوبصورت کو

دکہایا اوسنے جلوہ اور ہمین کچہ نہین دیکہا
گواہی اسکی دینی ہوگی چلکر میری حیرت کو

ڈہونڈ دیتے ہمین او بت کو کہین سے ای شیخ
تم خدا ترس تہے اک کام ہمارا کرتے

غم نہین ترک جو کی دل نے رفاقت میری
ایسے روٹہے کو منا لائیگی حسرت میری

روئیے تقدیر کا رونا کوئی کسکے آگے
وہ تو سنتی ہی نہین سنکے مصیبت میری

جلیل سید جلیل احمد ابن مولوی سید اولاد احمد ابن سید آل احمد شاہ ابن سید نظر محمد شاہ المودودی النقوی السہسوانی کان اللہ لہم سال ولادتش سنہ ۱۲۷۳ ہجری از متوسلان ریاست بہوپال است او راست ہ

جسکا کشتہ ہے جہان وہ ستم ایجاد آیا
کیا برا بہولے تہے کیا خوب ہمین یاد آیا

تہا وعدہ وصال جو شبکو تو شام سے
پیغام مرگ آکے اجل نے سنا دیا

جمیل سید جمیل احمد ابن منشی سید امتیاز علی ابن مولوی سید مراد علی سہسوانی سال ولادتش سنہ ۱۲۷۱ ہجری زانوی تلمذ بپیش مولوی سید سبط احمد کہ از بزرگان اوست تہ نمودہ اصلاح سخن پارسی از منشی انوار حسین تسلیم و در ریختہ از منشی صابر حسین صبا میگیرد حالا متوسل ریاست بہوپال است از وست ہ

بار عصیان نہ گنہگار اوٹہا کر لیجائین
ایکدا راہ مین لٹ جاے یہہ سامان انکا

کچہ بلبلونکو یاد ہین کچہ قمریونکو حفظ
عالم مین ٹکڑے ٹکڑے مری داستان کے ہین

بہت اوس گل کے بلبل ہین او جتے کیون نہین اونسے
تجہی پر خار کہاے بیٹہے ہین کانٹے بیابان کے

جودت عبد الہادی فرزند مولوی عبد اللہ از اہل نیوتنی کہ قصبہ ایست متصل لکہنؤ سلسلہ نسبش تا اولین خلیفہ رسول اللہ صلعم میرسد کتب درسیہ در رامپور خواندہ و اکتساب پارسی از آبا و اجداد خویش نمودہ و فن طب از مرزا مظفر خلف مسیح الدولہ آموخت و مشق نستعلیق از میر عوض علی تلمیذ حافظ ابراہیم بہم رساند

الحال بذریعہ قصیدہ در سرکار بھوپال توسل یافتہ در ہر دو زبان پارسی و ریختہ فکر میکند ریختہ آرائی از منشی امیر احمد امیر بدست آوردہ ؎

ہمارے دلمین بھی آیا تو منہ چھپائے ہوئے ۔ اس آئینہ مین بھی وہ شوخ بیحجاب تھا
دل اوس نے مجھکو جو پھیرا تو ناز نے یہ کہا ۔ کہ ایک یہ بھی ہے انداز دلربائی کا
ہزار فسق کرے شیخ پر گمان نہین ۔ عجب جگہ ہے نہانخانہ پارسائی کا
سگِ جانان ہماری ہڈیان کھانیکو آتا ہے ۔ ادب سے تا قدہ اک ذرا ہٹ کر ٹھہرے

جوشش شیخ محمد روشن عظیم آبادی از خوش گویانست جادۂ عروض نیک پیمودہ ؎

قیس پھرتا جو رہا دشت مین دیوانہ تھا ۔ اوسکو لیلی ہی کے دروازہ پہ مرجانا تھا
بیکسی سے یہی گلہ ہے مجھے ۔ تھام لیتی ہے ہاتھ قاتل کا
توانائی تو کر بیٹھی جدا آغوش سے مجھکو ۔ کرامت دیکھیو اے ناتوانی دوش سے مجھکو

حاء مہملہ

حالی مولوی الطاف حسین خلف خواجہ ایزد بخش پانی پتی امروز در دہلی است و در صحبت حضرت شیفتہ خیلے بسر بردہ مرزا غالب را فہمیدہ یادگار است در نغز سرائی نادرہ کار ریختہ از گفتارش دیدہ ام و برخے شنیدہ ام اندازہ دان لفظ و رتبہ شناس معنی است ؎

روزِ وداع بھی شبِ ہجران سے کم نہ تھا ۔ کچھ صبح ہی سے شام الم کا ظہور تھا
نہین بھولتا اوسکی رخصت کا وقت ۔ وہ رو رو کے ملنا بلا ہو گیا
ملتے ہی اونکے بھول گئے کلفتین تمام ۔ گویا ہمارے سر پہ کبھی آسمان نہ تھا

آج امتحان ہے نالۂ بے اختیار کا
کل طرف دیکھنا ہے ترے رازدار کا

او بھی ہین طعن وصل عدو پر دم وصال
پھر روکنا پڑا دلِ امیدوار کا

تم نے کیون وصل مین پہلو بدلا
کسکو دعویٰ ہے شکیبائی کا

اب بھاگتے ہین سایۂ زلفِ بتان سے ہم
کچھ دل ہے ہین ڈرے ہوئے کچھ آسمان سے ہم

رخصت ملی ہے وصل مین تحریکِ شوق کو
اے عشق بھاگتے ہین اسی امتحان سے ہم

ہے جستجو کہ خوب سے ہے خوبتر کہان
اب ٹھیرتی ہے دیکھئے جا کر نظر کہان

ہم جیسے مر رہے ہین وہ ہے بات ہی کچھ اور
عالم مین تم سے لاکھ سہی تم مگر کہان

بیقراری تھی سب امید ملاقات کے ساتھ
اب وہ اگلی سی درازی شبِ ہجران نہین

خلوتِ خاص مین رہ رہ کے عدو سیکھ گئے
وہ اشارے کہ تری جنبشِ مژگان مین نہین

مجھے ڈالا ہے سو وہم و گمان مین
بہت کیون آج مجھ پر مہربان ہو

سخت مشکل ہے شیوۂ تسلیم
ہم بھی آخر کو جی چرانے لگے

رہرو تشنہ لب نہ گھبراتا
اب لیا چشمۂ بقا تو نے

حسرت مرزا جعفر علی خلف ابو الخیر عطار دہلوی در لکھنؤ جا داشت شاگرد سرب سنگھ دیوانہ بود یک چند بسرکار مرزا جہاندار شاہ بسر برد آخر از جہان جہانیان برید در سنہ ۱۲۰۱ از جہان رفت ہ

کون دیکھے گا بھلا اسمین ہے رسوائی کیا
خواب مین آنیکی بھی تم نے قسم کھائی کیا

این شعر در دیوان حسرت بنظر رسید و اہل تذکرہ در دیوان جرأت آوردہ اند واللہ اعلم ہ

ساقی مے دے کہ اہلِ مجلس
پانی پانی پکارتے ہین

کس کا ہے جگر جسپہ یہ بیداد کروگے
لو دل تمہین ہم دیتے ہین کیا یاد کروگے

یہ بھی اک ستم ہو کہ خواب مین مجھے شکل آکے دکھا گئے
کبھی نیند برسون مین آئی تھی سو اسطرح سے جگا گئے

حسن سید غلام حسن خلف میر غلام حسین ضاحک تلمیذ ضیاء الدین ضیا ہراتی اصل دہلوی مولد از خوان نوال نواب سردار جنگ بہرہ می داشت مثنوی بدر منیر از دست در سنہ ۱۲۰۱ آخشیجی پیکر بر انداخت خوش گفتہ ؎

تا اشارہ کو سمجھنے نہ لگے غیر کے وہ ۔ مین نے اس ڈر سے کبھی اوسکو اشارا نکیا
پھر چھیڑا حسن نے اپنا قصہ ۔ بس آج کی شب بھی سو چکے ہم
ناز سے عشوہ سے غمزہ سے لگا لیتے ہین ۔ وہ جسے چاہتے ہین اپنا بنا لیتے ہین
جو کوئی آئے ہے نزدیک ہی بیٹھے ہے ترے ۔ ہم کہا تک ترے پہلو سے سرکتے جائین
تیرے ہمنام کو جب کوئی پکارے ہے کہین ۔ جی دھڑک جاتا ہے میرا کہ کہین تو ہی نہو
دی تھی یہ دعا کس نے مرے دل کو الٰہی ۔ اوجڑے یہ گھر ایسا کہ پھر آباد نہووے
ساتھ دیکھون ہون ترے جو کسی کو سر راہ ۔ مین بھی جی رکھتا ہون مجھکو بھی ہوس آتی ہے

حکیم محمد پناہ خان فرزند سید شریف خان زر بخش تلمیذ خواجہ میر درد در اوائل تتار را تخلص میکرد در تاریخ و موسیقی کمالے داشت و در فن طب دستگاہے ؎

پوچھتے کیا ہو حکیم جگر افگار کا گھر ۔ ایک تکیہ سا ہے اوس شوخ کی دیوار کے پاس

حیا مرزا رحیم الدین دہلوی فرزند مرزا کریم الدین رسا گویند امروز در رامپور است شطرنج بس خوب میبازد ؎

دیکھنے پائے نہ دل بھر کے قیامت مین اوسے ۔ روز محشر وصل کی شب کے برابر ہو گیا
اک نہ اک دن جان جاتی آرزو مین ہی حیا ۔ مر گئے پر وہ ستمگر اوسکے دل ہی مین گھر ہو گیا
ملا یا خاک مین اور اوسپہ کہتے ہین کہ تجھے ۔ کچھ امتحان محبت کا کر نہین آتا
ممکن ہی کہ رحم اوس بت کافر کو نہ آئے ۔ پہ مجھکو حیا حال دکھانا نہین آتا
سنا ہے یار کہتا ہے کسی کے کام آؤنگا ۔ جو یہ سچ ہے تو مین بھی اپنی قسمت آزماؤنگا

دشمن کو دیا میرے لیے وہ بہی فلک نے
جو کینہ کہ سینے دل مضطر سے نکالا

حق مین حیا کے یار وو دعا کیجیو کہ وہ
مصروف وقت مرگ بہی یاد بتانین تہا

وہ ناتوان ہون کہ آیا نظر نہ موت کو مین
قضا پہری مرے بستر کے گرد ساری رات

ناصح نہ دل سے ترک محبت کا کر کلام
ایسی سنے تو مین ہی نہ سمجہا لیا کرون

حیران میر حیدر علی خواجہ تاش جعفر علی حسرت در بہار از دست کسے از ہم گذشت ودسے نیز قاتل خویش را از ہم گذرانید ه

دیکہہ زخمی مجہے اوس کوچہ قاتل والے
ہنسکے کہتے ہین کہ آ زخم جگر سلوا لے

خاء معجمہ

خضر مرزا خضر سلطان فرزند ابوظفر بہادر شاہ از مرزا نوشہ تربیت یافتہ ه

گالی سے کون خوش ہو مگر حسن اتفاق
جو تیری خو تہی وہ ہی مرا مدعا ہوا

کہتے ہو وہ بہی ہوس پیشہ ہی جیسا تو ہے
مجہہ سے اک چہیڑ ہوئی شکوہ عدو کا ہوا

خلیل میر دوست علی خلف سید جمال علی از رفقا مرزا نادر نیشاپوری تیر در لکہنوی بود باخواجہ آتش نسبت تلمذ داشت دیوانے از وست ه

میرے دل مین اگر آپ آئیگا
داغ کی طرح سے رہجائیگا

جاسخان عاشقو نہین نام جدائی کا نہ لو
موت کا ذکر نہین کرتے ہین بیمارونمین

خلیل شرف الدولہ محمد ابراہیم خان بہادر وزیر محمد علیشاہ بادشاہ لکہنو کشمیری موطن لکہنوی مسکن بود در ہنگام شورش ہند کشتہ شد اکتساب سخن از نواب عاشور علی خان کردہ ه

روح قالب سے یہہ کہکر نکلی
دل کسی اور سے بہلائیگا

دال مہملہ

داغ نواب مرزا خان خلف نواب شمس الدین خان بہادر برگزیدہ ترین تلامذہ خاقانی ہند شیخ ابراہیم ذوق است و از مشیران خاص فرمانرواے رامپور من باو را غائبانہ اتحادی است ہرچند تلاقی صوری صورت نبستہ درین نزدیکے گفتار دلاویز خویش را فراہم آوردہ گلزار داغ نام دیوانے ترتیب دادہ است بعد طبع یکے نزد نامہ گذار فرستادہ شوخی کہ در کلام اوست بندہ ندانم کہ امروز دیگرے را دادہ باشند و زبانیکہ او را بخشیدہ اند فی زماننا ہیچ کسے را میسر نیست بیشتر ازین ستایش گفتار وے چہ توانگفت خیر الکلام ما قل و دل فرصتم نیست ورنہ از ہمہ کلام او انتخاب میزدم و بقلم می کشیدم اینکہ می بینی از چند جا برداشتہ ام ص

چوس لیتے ہیں مرے زخم زبان پیکان
چھوڑ دیتے ہیں یہ منہ چوم کے سوفارونکا

ستم وہ چشم کافر سے ترے چلنا اشارونکا
غضب وہ دل پکڑ کر بیٹھ جانا بیقرارونکا

ہمہ احبانسے ہوئی ہیں دفن کیا کیا حسرتیں اپنی
پھپھولے ہیں مرے سینہ پہ عالم ہی مزارونکا

ترا اک وعدہ دیدار اور وہ بھی قیامت پر
پھر اوس پر صبر آشنا ہاے دل امیدوارونکا

لے ہی تو آئیں گے اوسے ہمدم
میرے ہی نام سے تو آئیے گا

ہو کے ظاہر تو کیا عشق نے اک حشر بپا
حسرت اوس دل کی جس دلمیں یہ پنہان ہوگا

کوستا ہوں جو نصیبونکو تو کہتا ہے وہ شوخ
پھر محبت نکرے گا اگر انسان ہوگا

عشق کیا شے ہے وہ یہ شے ہے کہ دلمیں شوق وصل
خون ہوکر آگیا غم بنگیا ستم ہوگیا

اک حرف آرزو پہ وہ مجھ سے خفا ہوئے
اتنی سی بات کہہ کے گنہگار ہوگیا

جسکی بغلمیں شکوہ وہ ہوا اوسکو دیکھئے
جسوقت آنکھ کھل گئی دیدار ہوگیا

خدا کریم ہے یون تو مگر ہے اتنا رشک
کہ میرے عشق سے پہلے تجھے جمال دیا

بتائین لفظ تمنا کے تمکو معنی کیا
تمہارے کان مین اک حرف ہمنے ڈالدیا

ہماری میت پہ تم جو آنا تو چار آنسو گرا کے جانا
ذرا رہے پاس آبرو بھی کہین ہماری ہنسی نکرنا

لیے تو چلتے ہین حضرت دل تمھین بھی اس انجمن مین لیکن
ہمارے پہلو مین بیٹھکر تم ہمین سے پہلو تہی نکرنا

مری تقدیر کی برگشتگی سب مین بری ٹھیری
حسینونکے لیے اک حسن ہے برگشتہ مژگانکا

بناتا ہے وہ ظالم تو ذرہ تیر ستم بر ہی
کہان اوڑہتا ہے لیکر قبر کو مردہ مسلمانکا

کسیکی شرم آلودہ نگاہونمین یہ شوخی ہے
اسے دیکھا اوسے دیکھا ادہر تاکا اودہر جھانکا

بہت آنکھین ہین فرش راہ چلنا دیکھکر ظالم
کف نازک مین کانٹا چبھ نجائے کوئی مژگانکا

گرہ کیسی لگی تھی کھل پڑی کس راہ مین نیتنے
نظر آتا ہے خالی آج گوشہ تیرے داما نکا

حوران خلد بولتی ہین بڑھ کے بولیان
نیلام ہو رہا ہے تمہارے شہید کا

لی جو یار کی شوخی سے اسکی بے چینی
تمام رات دل مضطرب کو پیار کیا

ڈوب کر سینہ مین اس رنگ سے پیکان نکلا
دل سے بے ساختہ نکلا کہ وہ ارمان نکلا

نام اوسکا تو مرے دلمین نہان تہا لیکن
ہائے کمبخت ترے منہ سے یہ کیونکر نکلا

دلمین لے دے کر رہا تہا ایک قطرہ خونکا
کچھ نیاز غم ہوا کچھ صرف مژگان ہو گیا

بوسہ لیکر دل دیا ہے اور پھر نالان ہین داغ
کوئی جانے مفت مین حضرت کو نقصان ہو گیا

کیا تہا دفن کشتہ کو تمہارے قبلہ رو لیکن
خدا جانے کہ منہ اوسکا فرشتون نے کدہر پایا

وہ میرا چھیڑنا آغاز الفت مین شکایت سے
وہ رکھکر ہاتھہ کانونپر ترا کہنا کہ بہر پایا

تمہاری رہگذر مین لوگ دیوانہ بناتے ہین
کہا مجھسے ترا دل ہے کسی نے کچھ اگر پایا

بزم اغیار کا مذکور ہے میرے آگے
وہ بھی اسطرح کہ افسوس وہان تو نہوا

ترے دست حنائی مین بھی ہے پیچ ور
کسی کو ہاتھہ کا سچا نپایا

وصل مین ہائے وہ اترا کے مرا بول اٹھنا
اے فلک دیکھ تو یہ کون مرے گھر آیا

وعدہ پہ مری اونکی قیامت کی ہی تکرار
جھکی ہی جاتی ہر گھڑی خود بخود حیا سی وہ آنکھ
زاہد بڑی کریم ہے پیر مغان کی ذات
اے شیخ جسکو جو نہ ملیگا بڑہیگا شوق
عمر کسو نکر نہ بسر کیجیے غافل ہو کر
بزم اغیار کا ظاہر ہے اثر آنکھون پہ
جانب چرخ اشارہ سے بتایا اوسنے
ترے بیمار کو آتی نہین موت
حورون کا انتظار کرے کون حشر تک
خدا ہے کوئی پوچھے حشر مین ہم تیرے آگے
میخانہ کے قریب تھی مسجد بھلے کو داغ
دلمین سما گئی ہین قیامت کی شوخیان
نہین ہی غرور اونہین بہی ستم رسیدونکے
مجھکو تباہ چشم مروت نے کر دیا
خبر سنکر مرے مرنیکی وہ بولے رقیبونسے
ملے مجھسے تو فرمایا تمھین کو داغ کہتے ہین
اجل کا نام لین تقدیر کو رووین مجھی کو سہین
کسے وعدہ ہے جو گھبرائے ہوئے پھرتے ہو
جبین لین دلکو اگر وہ تو یہ مجبوری ہے
تو صنم حشر مین اللہ کرے گم مجھکو
دیکھنا چھیڑ سر حشر مرے پاس آکر

اور بات ہے اتنی کہ اودہر کل ہوا ادہر آج
گری ہی جا پڑتی ہے بیمار ناتوان کیطرح
وان سب عبادتین ہین وضو بے وضو سہی
جنت کو مین پسند جہنم کو تو پسند
کر ملا ہے ہمین اک قطرہ مے دل ہوکر
مہربان آنکھ کی خفت مرے سر آنکھون پر
جب کہا مین نے مرا صبر پڑیگا کس پر
پڑ ہے جائے کوئی لیکن کہان تک
مٹی کی بھی ملے تو روا ہے شباب مین
کہ وہان تم کسپہ مرتے تھے کہین ہم آپ سمجھین
ہر ایک پوچھتا ہی کہ حضرت ادہر کہان
دو چار دن رہا تھا کسی کی نگاہ مین
وہان وہ چرخ کو قایم مقام کرتے ہین
لمجائے تو چراؤن کسیکی نظر کو مین
خدا بخشے بہت سی خوبیان تہین مرنیوالےمین
تمہین ہو واہ کامل مین تمہین رہتے ہو کاملین
مرے قاتل کا چرچا کیون ہے میرے سوگوارونمین
یہہ وہ گردش ہے کہ میرے بہی مقدر مین نہین
مین کہے جاؤنگا محتاج ہون مقدور نہین
اور پھر ڈہونڈتے گھبرائے ہوئے تم مجھکو
کہتے ہین کون ہون مین جانتے ہو تم مجھکو

دیکھنا پیرِ مغان حضرتِ زاہد تو نہین
عدم سے سب آتے ہین یان چار دنکو
تم آئینہ دیکھو تو ہم بھی یہ دیکھین
تھی موت کو فرہاد کی وہ کیا جانے
اوسکی بیداد نے چھوڑی نہین عالم مین جگہ
لیکے دل آپ جگر چھوڑ گئے سینہ مین
گو چھپ رہے یہ جنبشِ لب کہہ رہی ہے صاف
دلمین قاتل کے رکاوٹ ہو تو ہو
رخ روشن کے آگے شمع رکھکے وہ یہ کہتے ہین
یار کا پاسِ نزاکت دلِ ناشاد سے ہے
باہم اک وعدۂ فردا پہ نوشتہ ہوجائے
تاثیر ہوئی ہے کس نظر کی
تلوار مجھی کو ہے مری آہ
یہہ بھی احسان ہے جو وعدے ہون
بڑا مزا ہو جو محشر مین ہم کرین شکوہ
ملے تو حشر مین لے لون زبان ناصح کی
ایک تو حسن بلا اوسپہ بناوٹ آفت
حشر مین لطف ہو جب وسے ہون بیدو بائے
خوشنوائی نے رکھا ہمکو اسیر صیاد
شرکت غم بھی نہین چاہتی غیرت میری
گئے ہین اور یہہ کہتے گئے ہین

کوئی بیٹھا نظر آتا ہے پسِ خم مجھکو
نہین ہوتی منظور رخصت زیادہ
کہ ہے کونسا خوبصورت زیادہ
منہ سے شیرین کے ابھی دودہ کی بو آتی ہے
نالے گھبرائے ہوئے پھرتے ہین دلوا سے
اک رقم یاد رہی ایک رقم بھول گئے
قاصد کے منہ مین پھرتی ہے شوخی جوابکی
خنجر اپنے دم سے اچھا چاہیے
اودہر جاتا ہے دیکھین یا ادہر پروانہ آتا ہے
نالہ رکتا ہوا تھمتی ہوئی فریاد رہے
کہ مری سہو کی عادت ہی مجھے یاد رہے
وہ آنکھ نہین ہے نامہ برکی
وہ بھی ظالم تری کمر کی
دوسرے تیسرے قیامت کے
وہ منتون سے کہے چپ ہو خدا کے لئے
عجیب چیز ہے یہہ طول مدعا کے لئے
گھر بگاڑین گے ہزارون کے سنورنیوالے
وہ کہین کون ہو تم ہم کہین مرنیوالے
ہم سے اچھے رہے صدقے مین اوترنیوالے
غیر کی ہو کے رہے یا شب فرقت میری
بہل جاؤگے اپنے ہمنشین سے

نہین آتا تجھے گر اے تمنّا ؛
نکلنا سیکھ لے جان حزین سے

وقت نظارہ کی کشش حسن نے کمی
آنکھونکو لیکے ساتھ مین میری نظر گئی

طرز قدسی مین کبھی شیوہ انسانین کبھی
ہم بھی اک چیز تھے اس عالم امکانین کبھی

دلمین بے لطف رہی خار تمنا کی خلش
نوک بنکر نہ رہا یہہ کسی مژگان مین کبھی

زبان دے نہ عدو کو کہ یہہ تو وہ شے ہے
ترے دہن مین رہے یا مرے دہن مین رہے

چھین لین حشر کے دن تمسے نہ حورین مجھکو
اونکو حسرت ہے کہ یہہ ہمکو ملے ہم مین رہے

مرگ دشمن کی دعا مانگ کے پچھتا یا ہون
کہین ایسا نہو وہ غیر کے ماتم مین رہے

حسن مجسم رہا کہ عشق رہا
غیب کی کچھ خبر نہین آتی

قتل پر اپنے باندہ دیتے ہم
ہاتھ اونکی کمر نہین آتی

حال معلوم ہے قیامت کا
بات کہنے مین پر نہین آتی

پیغامبر کی بات پر آپس مین رنج کیا
میری زبان کی ہے نہ تمہاری زبانکی ہے

وقت خرام ناز دکھا دو جدا جدا
یہہ چال حشر کی یہہ روش آسمانکی ہے

فرصت کہان کہ ہم سے کسو وقت تو ملے
دن غیر کا ہے رات ترے پاسبانکی ہے

درد خواجہ میر دہلوی رح بن خواجہ ناصر عندلیب تخلص رح سلسلہ نسب پاکش در فقرا تا امام الطریقۃ خواجہ خواجگان بہاؤالدین المعروف بہ نقشبند رضی اللہ عنہ می رسد و در امرا تا نواب ظفر خان کہ بعہد سعادت مہد جہانگیر بادشاہ از نامواران بودہ است میر درد علیہ الرحمۃ در فنون سپاہگری دستگاہے بلند و در موسیقی مہارتے شایستہ داشتند اما تا دل حق منزل بسوے فقر کشید پیوند ارادت با پدر پاک گوہر خویش درست کردند و پس از تکمیل رہنمونی سلک نقشبندیہ برگزیند از اکابر اولیا بودہ اند و اجلۂ اتقیا علاوہ این کمالات در سخنوری شان نیز از اساتذہ اند زبانے شستہ دارند و بیانے دلربا و کلام ایشانرا قبولے خاص است نزد

اساتذہ سودا گوید ؎

مین کیا کہون کہ کون ہون سودا بقول درد
جو کچھہ کہ ہون سو ہون غرض آفت رسیدہ ہون

از تالیفات ایشانست نالۂ درد و آہ سرد و درد دل و شمع محفل و ایشانزاد و تا دیوانست یکے در پارسی دیگرے در ریختہ ؎

سینہ و دل حسرتون سے چھا گیا
بس ہجوم یاس جی گھبرا گیا

قتل عاشق کسی معشوق سے کچھہ دور نتھا
پر ترے عہد سے آگے تو یہہ دستور نتھا

ہے کوئی اجل کیطرف سے ہی ورنہ مین
اک عمر سے اسیر ہون زلفِ دراز کا

پھرتی ہے خاک میری صباد ربدر لئے
اے چشم اشکبار یہہ کیا تجھکو ہو گیا

بارے مجھے بتا تو سہی کیا سبب ہوا
پھر مجھہ پہ مہربان ہوا تو غضب ہوا

فلک سمجھہ تو سہی ہم سے اور گلوگیری
یہہ ایک جیب ہے سو تار تار رکھتے ہین

اپنے بندہ پہ جو کچھہ چاہو سو بیداد کرو
یہہ نہ آجائے کہین جی مین کہ آزاد کرو

کاش تا شمع نہو نا گذر پروانہ
تم نے کیا تہر کیا بال و پر پروانہ

کبھو ہنسنا کبھی رونا کبھو حیران ہو رہنا
محبت کیا بھلے چنگے کو دیوانہ بناتی ہے

دل بھی تیرے ہی ڈہنگ سیکھا ہے
آن مین کچھہ ہے آن مین کچھہ ہے

اگلے معانقہ کو اگر کیجئے معاف
لگجاؤن اب گلے سے مکافات کے لئے

تیری گلی مین مین نچلون اور صبا چلے
یون ہی خدا جو چاہے تو بندہ کی کیا چلے

روندے ہے مثل نقش قدم خلق یان مجھے
اے عمر رفتہ چھوڑ گئی تو کہان مجھے

دیوانہ رائے سرپ سنگھہ ہمشیرہ زادہ راجہ مہا نراین در پارسی چہار دیوان دارد از انجاکہ از مشاہیر اہل فکرت است و استاد حیدر علی حیران و جعفر علی حسرت این دو بیت از و نوشتہ آمد ؎

جان پر آبنی ہمدم میری خاموشی سے
بات کچھہ بن نہین آتی ہے اب اظہار بغیر

دل ہی کہ تیری تیغ کے آگے سے ٹل جائے
رستم کا کب جگر ہی کہ زہرہ پگھل نہ جائے

ذال معجمہ

ذوق شیخ محمد ابراہیم دہلوی المخاطب بہ خاقانی ہند استاد ابوظفر بہادرشاہ تلمیذ شاہ نصیر دہلوی صاحب قوت فکر خدادا داست بر جمیع اصناف سخن قدرتے کہ او راست در ریختہ سرایان نتوان یافت گفتارش دریا کی زبان و بلندی معنی و شوخی اشارت و کرسی نشینی ترکیب و بست قافیہ و نشست ردیف طراز یکتائی دارد از زائدۂ نغز طرازی او را حقی معلوم و از خوان نادرہ سنجی او را نصیبے مفروض زبانش را پاکیزگی غاشیہ بر دوش بیانش را شایستگی گرد راہ جامۂ وے جگر کاو جیگامہ اش دلنوازش رباعیات وے ناخن بدل زن مقطعاتش شور انگیز ؎

ہم ہین اور سایہ ترے کوچہ کی دیوار ونکا
کام جنت مین ہی کیا ہم سے گنہگار ونکا

مین ہجر مین مرنیکے قرین ہو ہی چکا تھا
تم وقت پر آ پہونچے نہین ہو ہی چکا تھا

بغل سے لیگئے دلکو نکالکر وہ صریح
جو مانگا تو کہا آنکھین نکال کے کیسا

اس سے تو اور آج وہ بیدرد ہو گیا
اب آہ آتشین سے بھی دل سرد ہو گیا

سینہ مین بوالہوس کے بھی تھا آبلہ مگر
نشتر کا نام سنتے ہی منہہ زرد ہو گیا

نیچہ جب مول وہ بانکا جوان لینے لگا
موت کے جی مین مزے یہہ نیچہ جان لینے لگا

تیر چٹکی مین لیا دستنے پی جان عدو
رشک سے میرے دلمین کیا کیا چٹکیان لینے لگا

مجھکو ہر شب ہجر کی ہونے لگی جون روز حشر
مجھسے یہہ کس دن کے بدلے آسمان لینے لگا

سنکے مجنون نے مرے شور جنونکو یون کہا
واقعی مجھسے بھی یہہ شوریدہ سر اچھا ہوا

مجھکو صدقہ کر اگر ہے بدمزہ تیرا مزاج
یہہ ادہر صدقہ دیا تونے اودہر اچھا ہوا

ذوق کے مرنیکی سنکر بولے تو کچھہ رک گئے
عبث جان منتظر ہو تو نہین ہے وہ شوخ کب آیا
تامل کیجیو ذوق تپیدن دیکھئے کیا ہو
لگائی زلف کو شانہ نے جب انگلی پکارا دل
ترے ڈر سے نہ آیا پاس کوئی نیمجانون کے
کہے ہے خنجر قاتل سے یون گلو میرا
نہوا آب شہادت سے گلو تر نہوا
اوس نے جب ان بہت ردّ و بدل مین پایا
ساتھہ اونکے ہین ہم سایہ کی مانند ولیکن
دل مانگنا مفت اور یہہ پھر اوسپہ تقاضا
یون لائے وان سے ہم دل صدپارہ ڈھونڈکر
چشم ونگہ کو تیری بدنام کیون کریگا
کرے ہے شرع کا پاس نک مدام شراب
فرقت کی رات جی چکے ہم تا زمان صبح
ریش سپید شیخ مین ہے ظلمت قریب
ٹھیری ہے اونکے آنیکی یان کل کی جا صلاح
نکلنے مین جو تو دل نشین تھا دہن کی تنگی سے تنگ ہوکر
خوب روئے آج ہم سنسان مامون دیکھکر
کہا پتنگ نے یہہ دار شمع پہ چڑھ کر
تو نے گل کو سر پہ رکھا جب چمن مین توڑکر
وہ کہے کون ہو قربان مری اس جستجو پر

پھر کہا تو یہہ کہا منہہ پھیر کر اچھا ہوا
اگر جہلم مین بھی آیا تو ہم جانین گئے آیا
کہ اب تک ذبح کرنیکا نہین قاتل کو ڈھب آیا
یہہ گستاخی بھلا رہ تو سہی اے بے ادب آیا
مگر رونا کبھی چوری سے بعد از نیم شب آیا
کمی جو مجھہ سے کرے تو پئے لہو میرا
مستعد جب وہ ہوا مارنے تو خنجر نہوا
ہم نے دل اپنا اوٹھا اپنی بغلمین مارا
اسپر بھی جدا ہین کہ لپٹنا نہین آتا
کچھہ قرض تو بندہ پہ تمہارا نہین آتا
دیکھا جہان پڑا کوئی ٹکڑا اوٹھا لیا
مرگ و قضا کو تیرا عاشق نہ لے مریگا
حرام ہے نہین لیکن ہمکو حرام شراب
ہو گی اذان گور ہماری اذان صبح
اس ہمر چاندنی پہ ہمکو نا گمان صبح
اے جان بر لب آمدہ اب تیری کیا صلاح
نکل آیا جو راہ آنکھونکی دل مین بیٹھا خدنگ ہوکر
یاد آیا ہمکو مجنون بید مجنون دیکھکر
عجب مزا ہے جو مرتے کسیکے سر چڑھ کر
مین بھی حاضر ہون کہا غنچہ نے یہہ منہہ پھوڑکر
مین کہون مین تو کہے ہین کہ چھری گردن پر

پائی نہ تیغ عشق سے ہمنے کہین پناہ
قرب حرم مین بھی ہین تو قربانیو نہین ہم

ترے خرام کے پیرو ہین جتنے ہین فتنے
قدم سب اون کے ذوق خرام لیتے ہین

ترے قتیل بتاتے نہین تجھے قتال
جب اونسے پوچھو اجل ہی کا نام لیتے ہین

ساقی لڑائیون سے تری چاہتا ہی جی
باہم لڑا کے شیشہ و ساغر کو توڑ دون

نازک کلامیان میری توڑین عدو کا دل
مین وہ بلا ہون شیشہ سے پتھر کو توڑ دون

نہ چھوڑا تار وحشت نے ہماری جیب قبا مین
مگر تار نفس سینہ مین سمجھو یا گریبا نہین

تو کہے غنچہ کہ اوس لب پہ دھری خوب نہین
غضب کہ منہہ چھوٹا سا اور بات بڑی خوب نہین

ہم اپنے جذبۂ دل کے اثر کو دیکھتے ہین
وہ پہلے بزم مین دیکھین کدھر کو دیکھتے ہین

مضطرب ہوکے اور بھی وہ ہوا پیچ و تاب مین
کیا جانے لکھدیا اوسے کیا اضطراب مین

اسیر درد و غم مین ہون لیکن جان بلب مین ہون
اور اوسپہ اب تلک جیتا ہون مین کوئی عجب مین ہون

جو مانگون موت درد ہجر سے مجھکو نہین نہ سہا
کہ نام عشق ہون اور اسقدر زیست طلب مین ہون

سینہ و دل پہ مرے زخم جگر ہنستے ہین
ہنسنے دو چار دگر و ہنستے ہی گھر بستے ہین

مر گئے پر بھی تغافل ہی رہا آنے مین
ہو نوا پوچھے ہے کیا دیر ہے لیجانے مین

جسجگہہ بیٹھے ہین باد یدۂ نم اوٹھے ہین
آج کس شخص کا منہہ دیکھکے ہم اوٹھے ہین

رکھہ مکدر بس اب اسے چرخ نہ آشنا ہمکو
ہم نے جانا کہ کیا خاک سے پیدا ہمکو

جتنے عاشق ہین ہم ایک کا ہے ایک عزیز
شمع سے چاہئے ہے خون کا دعوی ہمکو

باعث رشک ہوا خون ہمارا ہمکو
تجھہ بن دیکھے ہے غش جسنے کہ دیکھا ہمکو

اسپہ مرتے ہین کہ کیون غیر کو تونے مارا
وہ نصیب اوسکو ہوئی تھی جو تمنا ہمکو

اک حلاوت ہی عداوت مین بھی اوس ظالم کی
کہ اگر زہر بھی دیتا ہے تو میٹھا ہمکو

تو ہنسی سے نہ یہہ کہہ مرتے ہین ہم بھی تجھپر
مار ہی ڈالے گا بس رشک ہمارا ہمکو

کھانے پینے کی قسم کھائی ہے تجھ بن ہم نے
ورنہ ہے زہر تو ہر طرح گوارا ہمکو

ہم تبرک مین بس اب کرلے زیارت مجنون
سر پہ پھرتا ہے لئے آبلۂ پا جسکو

لبیک و اذان ناقوس و جرس یا خندۂ قلقل نا ارنی
دل کھینچے مین ہان کوئی ہو ایک نوائے دلکش ہو

دن کٹا جائیے اب رات کدہر کاٹنے کو
جب سے تو پاس نہین دوڑتی ہی گھر کاٹنے کو

نکالون کس طرح سینہ سے اپنے تیر جانان کو
نہ پیکان دلکو چھوڑے ہے نہ دل چھوڑے ہے پیکانکو

تم سی نکلو نہ غرفہ سے نکالا منہہ کرو
اور نہین گر مانتے تو جاؤ کالا منہہ کرو

عبث تم اپنا رکاوٹ سے منہہ بناتے ہو
وہ آئی لب پہ ہنسی دیکھو مسکراتے ہو

اے ذوق وقت نالہ کے رکھلے جگر پہ ہاتھ
ورنہ جگر کو روئیگا تو دہرکے سر پہ ہاتھ

جنون کی جیب دری پر مین خوب چلتی ہاتھ
سلوک سینہ سے ہی کچھ تو کرلے چلتے ہاتھ

اوٹھ چکا وہ ناتوان جو رہ گیا
دب کے تیرے سایۂ دیوار سے

ترے کوچہ کو وہ بیمار غم دار الشفا سمجھے
اجل کو جو طبیب اور مرگ کو اپنی دوا سمجھے

ہر اک گردش مین سو انداز ناز فتنہ زا سمجھے
فلک کو ہم کسی کافر کی چشم سرمہ سا سمجھے

نگاہ ہجوم یاس مین ہی دلگاہ ہجوم حسرتین
ہی یہ سرد سپاہی پیشہ پہ تا لشکر ہے

لیتے ہی دل جو عاشق دلسوز کا چلے
تم آگ لینے آئے تھے کیا آئے کیا چلے

اے غم مجھے تمام شب ہجر مین نہ کھا
رہنے دے کچھ کہ صبح کا بھی ناشتا چلے

لیجائین میرے کشتہ کو جنت مین بھی اگر
پھر پھر کے تیرے گھر کیطرف دیکھتا چلے

ابا و نکو شستن جہتے ہین ہفت دریا لوگ کہتی ہین
گرے تھے اشک کے قطرے مرے جو چار دامن سے

رخصت ای زندان جنون زنجیر در کھڑکا ہے
مژدہ خار دشت پھر تلوا مرا کھجلائے ہے

سر بوقت ذبح اپنا اوسکے زیر پائے ہے
یہہ نصیب اللہ اکبر لوٹنے کی جائے ہے

بل بے استغنا کہ وہ یان آتے آتے رہ گئے
اُف رے بیتابی کہ یان تو دم ہی نکلا جائے ہے

حاضر ہین میرے توسن وحشت کی جلو مین
باندہے ہوئے کہسار ہی دامن کو کمر سے

کھلتا نہین دل بند ہی رہتا ہی ہمیشہ
کیا جانئے کہ آ جائے ہے تو اسمین کدہر سے

بالین پہ کہا میرے ہنگامۂ محشر نے
الٰہی کس بیگنہ کو مارا سمجہکے قاتل نے کشتی ہے
دل کی سعاش غم اسے غم کی تلاش ہے
ہے تیرے کان زلفِ معنبر لگی ہوئی
بیٹھے بھرے ہوئے ہین خم مے کیطرح ہم
کرتی ہے زیر برقع فانوس تاک جہانک
اے ذوق دیکھہ دخترِ رز کو نہ منہ لگا
پہنکے ہی اک جنبش مژگان مین وہ پری
اڑتے ہین گر نصیب سے گاہی فلک سے ہم
رہے جون شیشہ ساعت وہ گہ گرد دونون
ہائے رہے حسرتِ دیدار مری ہائے کدہی
نہین جز شمع مجاور مرے بالینِ مزار
دل سے کچھہ کہتا ہون مین مجہسے ہے کچھہ دل کہتا
تو جو آجائے تو اے دردِ محبت کی دوا
کبھی افسوس ہے آتا کبھی رونا آتا
بھولا نہ مجھے قتل گہِ عام مین قاتل
مزے جو مرنیکے عاشق بیان کبھو کرتے
غرض تھی کیا ترے تیرونکو آب پیکان سے
دروازہ میکدہ کا نکر بند محتسب
پہنچا ہے شب کمند لگا کر وہان رقیب
ساقیا عید ہے لا بادہ سے مینا بہر کے

لو او شہو کہین حضرت کیا دیر لگائی ہے
کہ آج کوچہ مین اوسکے شور بابی زنب تعلقی ہے
ڈرتا ہون دل سے مین کہ بڑا بد معاش ہے
رکھے گی یہہ نہ بال برابر لگی ہوئی
پر کیا کرین کہ مجھ سے ہے منہ پر لگی ہوئی
پروانہ سے ہے شمع مقرر لگی ہوئی
چھٹتی نہین ہے منہ سے یہہ کافر لگی ہوئی
اس اپنے ناتوان کو ہے کوہ قاف سے
فرقت کی رات کم نہین روزِ مصاف سے
کبھی مل ہی گئے دو دل جو کدورت والے
لکھتے ہین ہائے دو چشمی سے کتابت والے
نہین جز کثرت پروانہ زیارت والے
دونون اک حالین ہین رنج و مصیبت والے
میرے ہمدرد ہون بیدرد نصیحت والے
دلِ بیمار کے ہین دو ہی عیادت والے
اللہ رے ترا احافظہ کیا یاد غضب ہے
مسیح و خضر بھی مرنے کی آرزو کرتے
مگر زیارتِ دل کیونکہ بے وضو کرتے
ظالم خدا سے ڈر کہ درِ توبہ باز ہے
سچ ہے حرام زادے کی رسی دراز ہے
کرے آ شام پیالے مین مہینا بہر کے

نہین مژگان پر خون خار غم ہی دل نشین نکلے
ہم تسا حادہ اپنا کسیکو نہین پاتے
کیون ہم نے دیا دل تجہے او سنگدل اپنا
کہولدے آنکھین دم نزع نہ دیکھونگا تجھے
جب مین دنیا سے چلا سر پہ یہہ بولی حسرت
دور کر بالون کو سر پر سے کہے ہے لیلی
مین تو اون آنکھونکی گردش کا بلا گردان ہون
جو پاس مہر و محبت کہین بیان بکتا
الہی کان مین کیا اوس صنم نے پہونکدیا
وبال دوش ہے اوس ناتوان کو سر لیکن
رہے ہے ہول کہ برہم نہو مزاج کہین
جو دل قمار خانہ مین بت سے لگا چکے
زہر اب بہی ہے بادہ تو کرلینگے نوش جان
باز آیا دیکھنے سے نہ آتش رخونکے دل
زبان پیدا کرون جون آسیا سینہ مین پیکان سے
فلک کیا فتنہ سازی مین ہو ہمسر چشم فتان سے
ایسا نہو کہ آتے ہی آتے جواب خط
اے شمع تیری عمر طبیعی ہے ایک رات
فلک تو تیرہ ہو کر صبح سے تا شام [illegible] ہم
چلا پہلو سے اوٹھکر جبکہ وہ آرام جان دل
کون وقت اے وائے گذرا جی کو گھبراتے ہوئے

جنون پہ نشتر کیسے کہین ڈوبے کہین نکلے
تم پاتے ہو ہمکو تو چھری کو نہین پاتے
کمبخت ہم اوس سخت گھڑی کو نہین پاتے
پر چھری اپنی مین گردن پہ تو دیکہون چلتی
تو اکیلا نہین ہمرہ ترے مین یون چلتی
پر نہین کان پہ مجنون کے ذرا جون چلتی
گر نہین تیری ہی وان گردش گردون چلتی
تو ہم ہی لیتے کسی اپنے مہربان کے لیے
کہ ہاتھ دہر رکھتے ہین کانون پہ سب اذان کے لیے
لگا رکھا ہے ترے خنجر و سنان کے لیے
سجا ہے پہول دل و رنگ مزاجدان کے لیے
وہ کعبتین چہوڑ کے کعبہ کو جا چکے
ساقی پیالہ منہہ سے ہم اب تو لگا چکے
سو بار آبلے اسے آنکھین دکھا چکے
دہن کا ذکر کیا یان سر ہی غائب ہے گریبان سے
گرا تہا یہہ ہی اشک سرمہ آلود اوسکی مژگان سے
قاصد جواب زندگی مستعار دے
ہنسکر گذار یا اسے روکر گذار دے
مگر رسید ہی نظر سے تیری اپنا کام چلتا ہی
کہا آرام نے مجھسے کہ لو آرام چلتا ہے
موت پڑتی ہی اجل کہہ یا تا آتے ہوئے